



HJRS Link: [Journal of Academic Research for Humanities JARH \(HEC-Recognized for 2023-2024\)](#)

Edition Link: [Journal of Academic Research for Humanities JARH, 3\(4\) October-December 2023](#)

License: [Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License for JARH](#)

Link of the Paper: <https://jar.bwo.org.pk/index.php/jarh/article/view/290>

اصحاب کہف کی بستی اور غار کے تعین کا تنقیدی جائزہ

A CRITICAL REVIEW OF THE SETTLEMENT AND CAVE OF THE COMPANIONS OF KAHF

Author 1:	NAVEED AHMED, MPhil Scholar, Institute of Islamic Studies, MUST
Co-Author 2:	UKASHA MADNI, MPhil Scholar, Institute of Islamic Studies,
Corresponding & Co-Author 3:	DR. SHEHBAB SHABBIR, Lecturer, Institute of Islamic Studies, MUST Mirpur, Pakistan. Email: shahbaz.malik005@gmail.com

Paper Information

Citation of the paper:

(APA) Ahmed, N., Madni, U. & Shabbir, S., (2023). A Critical Review of the Settlement and Cave of the Companions of Kahf. In Journal of Academic Research for Humanities, 3(4), 196–204.

Subject Areas:

- 1 Religious Studies
- 2 Humanities

Timeline of the Paper:

Received on: 26-05-2023
Reviews Completed on: 11-09-2023
Accepted on: 22-12-2023
Online on: 25-12-2023

License:



[Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License](#)

Recognized:



Published by:



Abstract

In the Islamic and Christian traditions, the Seven Sleepers, otherwise known as Aṣḥāb al-Kahf, Sleepers of Ephesus and Companions of the Cave is a medieval legend about a group of youths who hid inside a cave outside the city of Ephesus around AD 250 to some 300 years later. So many sites have been attributed to the "Cave of the Seven Sleepers", but none have been archaeologically proven to be the actual site. As the earliest versions of the legend spread from Ephesus, an early Christian catacomb came to be associated with it, attracting scores of pilgrims. On the slopes of Mount Pion (Mount Caelian) near Ephesus (near modern Selçuk in Turkey), the grotto of the Seven Sleepers with ruins of the religious site built over it was excavated in 1926–1928. The excavation brought to light several hundred graves dated to the 5th and 6th centuries. Inscriptions, dedicated to the Seven Sleepers, were found on the walls and in the graves. This grotto is still open to tourists. Other possible sites of the cave of the Seven Sleepers are in Damascus, Syria, and Afşin and Tarsus, Turkey. Afşin is near the antique Roman city of Arabissus, to which the East Roman Emperor Justinian paid a visit. The emperor brought marble niches as gifts from Western Turkey for the site, which are preserved inside the mosque to this day. The site was a Hittite temple, used as a Roman temple and later as a church in Roman and Byzantine times.

Keywords: Ashab al Kahaf, Seven sleepers, Cave, critical analysis, Caelian

1979ء، ج ۳، ص ۳۳۵)۔ ”صحاب لفظ اصل میں واحد ہے جو کسی چیز کے ساتھ مربوط اور قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صاحب لفظ اسی سے ماخوذ ہے۔“

مشہور لغوی، امام ابن منظور رحمہ اللہ (م: 711ھ) کہتے ہیں: ”والصاحب: المعاصر، والجمع: أصحاب (ابن منظور، 1414ھ، ج ۱، ص ۵۱۹)۔“

”صاحب دوست کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اصحاب آتی ہے۔“

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ (م: 502ھ) کہتے ہیں: ”الصاحب: الملازم إنسانا كان أو حيوانا، أو مكانا، أو زمانا (راغب اصفہانی، 1412ھ، ص: ۴۷)۔“

”انسان، حیوان، مکان اور زمان میں سے کسی کو لازم پکڑنے والے کو صاحب کہتے ہیں۔“

اصحاب کی اصطلاحی تعریف

محدثین و مورخین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کرنے اور اسی ایمان میں وفات پانے والی شخصیات کو اصحاب کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ومن صحب النبي - صلى الله عليه وسلم- أو رآه من المسلمين فهو من أصحابه“ (بخاری، 1422ھ، ج ۵، ص ۲) ”جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی یا مسلمانوں میں سے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا، وہ صحابہ کرام میں شامل ہو گا۔“

شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: 852ھ) کہتے ہیں: ”وأصح ما وقفت عليه من ذلك أن الصحابي من لقي النبي صلى الله عليه وسلم مؤمناً به، ومات على الإسلام (ابن حجر، سنن، ج ۲، ص ۲۳۳)“ میری واقفیت کے مطابق صحابی کی صحیح ترین تعریف یہی ہے کہ جس نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا ہو اور اسی اسلام پر فوت ہوا ہو۔“

کھف کی لغوی تحقیق

عربی زبان میں کھلے اور وسیع غار کو کھف کہا جاتا ہے اور اگر وہ تنگ ہو تو اسے غار کا نام دیا جاتا ہے، جیسا کہ امام غلیل بن عمر فراہیدی رحمہ

ابتدائیہ

اصحاب کھف کے غار کے حوالے سے مسلم علماء میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ غار کے تعین اور محل وقوع کے حوالے سے کئی نظریات پائے جاتے ہیں۔ اصحاب الکھف کے غار کے محل وقوع اور جیو گرافیکل تناظر کے حوالے سے مسلم علماء کے درمیان مختلف آراء کی روشنی میں یہ تعین کرنے کی کافی ضرورت ہے کہ وہ غار جس جگہ واقع ہے اور اس غار کے قریب وہ بستی کون سی تھی جس سے یہ لوگ تعلق رکھتے تھے۔

مقاصد تحقیق

اس آرٹیکل میں ان آراء لا تجزیہ اور تقابل کرنے کے بعد غار کے درست مقام کے تعین کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ غار کی جیو گرافیکل سمت کا تعین کرنا اور اس کے آس پاس موجود بستیوں نیز اس کی موجودہ لوکیشن کا تعین کرنا مقصود ہے۔

فرضیہ تحقیق

1. اصحاب کھف کی غار کہاں ہے؟
 2. اس بارے میں علماء کی آراء کیا ہیں؟
- ان سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ

اس حوالے سے تفاسیر، احادیث اور تاریخ کی کتب میں کافی مواد موجود ہے۔ خصوصاً تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون وغیرہ میں اس حوالے سے مواد بکھر پڑا ہے۔

تعارف

ترکیب ”اصحاب کھف“ دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک اصحاب اور دوسرا کھف۔ یہ مرکب اضافی ہے۔ مرکزی بحث کی طرف آنے سے قبل اصحاب کھف کی لغوی و اصطلاحی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ لفظ ’اصحاب‘ صاحب کی جمع ہے۔ کسی چیز کو لازم پکڑنے اور کسی کے قریب ہونے والے کو صاحب کہا جاتا ہے، اسی طرح رفیق اور دوست کے لیے یہ لفظ اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔

امام ابن فارس رحمہ اللہ (م: 395ھ) کہتے ہیں: ”الصاد والحاء والباء أصل واحد يدل على مقارنة شيء ومقارنته، ومن ذلك الصحاب (ابن فارس،

اللہ (م: 170ھ) کہتے ہیں: کہف: الکھف: کالمغارة في الجبل إلا أنه واسع، فإذا صغر فهو غار، وجمعه: كهوف (فراہیدی، 1990ء، ج ۳، ص ۳۸۰) ”پہاڑ میں وسیع غار کو کہف کہتے ہیں، اگر وہ چھوٹا ہو تو اسے غار کہا جاتا ہے، کہف کی جمع کہوف آتی ہے۔“

امام ابن فارس رحمہ اللہ (م: 395ھ) کہتے ہیں: (کہف) الکاف والہاء والفاء كلمة واحدة، وهي غار في جبل، وجمعه كهوف (ابن فارس، ج ۵، ص ۱۴۴) ”کہف واحد کلمہ ہے اور یہ پہاڑ میں وسیع غار کو کہتے ہیں اور اس کی جمع کہوف ہے۔“

امام ابن منظور رحمہ اللہ (م: 711ھ) کا کہنا ہے: کہف: الکھف: کالمغارة في الجبل إلا أنه أوسع منها، فإذا صغر فهو غار (ابن منظور، ج ۹، ص ۳۱۰)

”پہاڑ میں غار کی بہ نسبت زیادہ وسیع جگہ کو کہف کہتے ہیں، اگر وہ جگہ تنگ ہو تو غار کہلاتی ہے۔“

اصحاب کہف کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں لفظ کہف کا کوئی خاص معنی نہیں ہے، البتہ جب ہم اصحاب کہف کہتے ہیں تو اس سے مراد غار میں رہنے والے سب لوگ نہیں، بلکہ مراد صرف وہ مخصوص نوجوان ہیں، جن کا دور حافظ ابن کثیر کے بقول قبل از مسیح کا ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک بعد از مسیح ہے۔ ظالم بادشاہ اور قوم کے سامنے انہوں کے کلمہ حق کیا تھا۔ دعوت حق کی پاداش میں ہونے والی سختی اور مخالفت سے بچنے کے لیے یہ نوجوان اپنی بستی کے قریبی کسی غار میں چھپ گئے تھے۔ ۳۰۹ سال تک وہاں رہے۔ تین صدیوں کے بعد ان کی بستی کا مذہب بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی نیند کے بعد وہ اٹھتے ہیں۔ ایک دو نوجوان شہر میں کھانا لینے آتے ہیں۔ وہاں لوگوں پر ان کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اس طرح وہ بھاگ کر غار میں اپنے ساتھیوں کے پاس آ جاتے ہیں۔ لوگ بھی ان کو دیکھنے کے لیے پیچھے چلے آتے ہیں۔ اب ان کا آنا عقیدت کے نظریے سے تھا لیکن جیسے وہ نوجوان غار میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کے پاس موت کا پروانہ آ جاتا ہے (طبری، 1387ھ، ج ۲، ص ۵۰-۵۱)۔

اس مقالہ میں بحث محض اس موضوع پر ہے کہ اصحاب کہف کی بستی اور غار کے بارے میں ہے کہ وہ خطہ ارضی میں کہاں واقع ہیں؟ اصحاب کہف کی بستی کے بارے میں علمائے کرام کی آراء:

اصحاب کہف کی بستی کا نام کیا ہے، نیز وہ شہر اور غار کہاں واقع ہے، اس کی تعیین میں مؤرخین کا شدید اختلاف ہے۔ اصحاب کہف کے غار کا محل معلوم کرنے کے لیے بستی کا نام معلوم کرنا بھی بحث کا لازمی حصہ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں جو واقعہ ذکر ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس بستی میں وہ رہتے تھے، اس کے قریب ہی اس غار کے آثار ہوں گے جس میں وہ چھپ گئے تھے۔ اس بارے میں اہل علم کے درج ذیل مختلف اقوال ہیں: ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورة الکہف میں مذکور لفظ (الرقیم) کے بارے میں فرماتے ہیں: يزعم كعب: أنها القرية (طبری، 2000ء، ج ۱۵، ص ۱۵۸) ”کعب الاحبار کا خیال ہے کہ الرقیم اصحاب کہف کی بستی کا نام ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے: کنت مع حبيب بن مسلمة فمروا بالكهف، فإذا فيه عظام، فقال رجل هذه عظام أصحاب الكهف، فقال ابن عباس: «لقد ذهبت عظامهم منذ أكثر من ثلاث مائة سنة» (عبد الرزاق، 1419ھ، ج ۲، ص ۳۲۴، منقطع روایت) ”میں حبيب بن مسلمہ کے ہمراہ ایک غار کے پاس سے گزرا جس میں ہڈیاں تھیں۔ ایک آدمی نے بتایا کہ یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں۔ ابن عباس نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی ہڈیاں تو تین سو سال پہلے ختم ہو چکی تھیں۔“

مؤرخ امام ابن اسحاق رحمہ اللہ (م: 151ھ) کہتے ہیں: مدينة أصحاب الكهف وهي أقسوس (بغوی، 1997ء، ج ۳، ص ۱۷۳) ”اصحاب کہف کے شہر کا نام اقسوس ہے۔“

امام ابن قتیبہ دنیوری رحمہ اللہ (م: 276ھ)، امام وہب بن منبہ رحمہ اللہ (م: 114ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں: هم فتية من الروم (ابن قتیبہ، 1992ء، ص ۵۴) ”نوجوانان اصحاب کہف کا تعلق روم سے تھا۔“

امام ابوالحسن مسعودی رحمہ اللہ (م: 346ھ) کہتے ہیں: الفتية أصحاب الكهف وهم في جبل من جبال الروم يعرف بخاوس شرقي مدينة افسيس۔

(مسعودی، 1990ء، ۱۱۵) ”اصحاب کہف روم کے معروف پہاڑ بخاوس میں ٹھہرے تھے اور یہ پہاڑ افسیس شہر کے مشرقی جانب واقع ہے۔“

مفسر قاضی ابو محمد ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ (م: 542ھ) کی تحقیق اور مشاہدہ یہ ہے: وبالشام علی ما سمعت من ناس کثیر، کہف کان فیہ موتی، یزعم محابوہ انہم اصحاب الکہف، وعلیہم مسجد وبناء یسمی الرقیم، ومعہم کلب رمة، وبالاندلس فی جهة غرناطة بقرب قرية تسمى لوشة، کہف فیہ موتی ومعہم کلب رمة، وأکثرہم قد انجرت لحمہ، وبعضہم متماسک، وقد مضت القرون السالفة ولم نجد من علم شأنہم إشارة، ویزعم ناس انہم اصحاب الکہف. دخلت إلیہم فرأیتہم سنة أربع وخمسائة، وہم بهذه الحالة، وعلیہم مسجد، وقرب منہم بناء رومی یسمی الرقیم، كأنہ قصر محلق قد بقي بعض جدرانہ وهو فی فلاة من الأرض حزنة وبأعلى حضرة غرناطة مما يلي القبلة آثار مدينة قديمة رومية يقال لها مدينة دقيوس، وجدنا فی آثارها غرائب فی قبور ونحوها (ابن عطیہ، 1422ھ، ج ۳، ص ۵۱۱) ”میں نے بہت سے لوگوں سے سن رکھا ہے کہ شام کے علاقے میں ایک غار موجود ہے جس میں کچھ لاشیں موجود ہیں۔ وہاں کے مجاور انہیں اصحاب کہف خیال کرتے ہیں۔ وہاں ایک مسجد اور ایک عمارت ہے جسے ”رقیم“ کا نام دیا جاتا ہے، ایک کتے کی بوسیدہ ہڈیاں بھی ہیں۔ اسی طرح اندلس میں غرناطہ کی جانب ”لوشہ“ نامی بستی کے قریب ایک غار ہے، اس میں کچھ لاشیں اور ایک کتے کا ڈھانچہ موجود ہیں۔ اکثر انسانی لاشوں کی صرف ہڈیاں باقی ہیں اور کچھ لاشیں ابھی زیادہ خراب نہیں ہوئیں۔ صدیوں کا زمانہ بیت چکا ہے، ہمارے پاس ان کے بارے میں کوئی یقینی علم نہیں، صرف وہاں کے لوگوں کا گمان ہے کہ وہ اصحاب کہف کی لاشیں ہیں۔ 450ھ کو میں نے خود ان کا مشاہدہ کیا ہے، وہ لاشیں اسی حالت میں تھیں، ان پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی تھی، ان کے قریب رومی طرز کی ایک عمارت ہے جسے رقیم کا نام دیا جاتا ہے، معلوم ایسے ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم قصر کے کھنڈرات ہیں جس کی بعض دیواریں اب بھی باقی تھیں۔ وہ ایک غیر آباد سرزمین ہے۔ غرناطہ کے بالائی علاقے میں قبلہ کی سمت ایک قدیم رومی شہر کے کھنڈرات بھی وہاں موجود ہیں۔ جسے دقيوس کہا جاتا ہے، وہاں ہم نے قبریں اور دیگر عجائب اور قدیم آثار دیکھے ہیں۔“

مؤرخ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م: 597ھ) کہتے ہیں: ومدينة أصحاب الکہف من عمل الروم، والکہف فی جبل بابجلوس (ابن الجوزی، 1992ء، ج ۱، ص ۱۳۴) ”اصحاب کہف کا شہر روم کے ماتحت تھا اور ان کا غار جبل بابجلوس میں تھا۔“ علامہ عز الدین ابن الاثیر رحمہ اللہ (م: 630ھ) لکھتے ہیں: وكانوا بمدينة للروم اسمها أفسوس (ابن الاثیر، 1997ء، ج ۱، ص ۳۲۵) ”اصحاب کہف روم کے شہر افسوس میں رہتے تھے۔“ علامہ ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (م: 745ھ) لکھتے ہیں: ويحنس إلى أفسوس قرية أصحاب الکہف (ابو حیان، 1420ھ، ج ۱۰، ص ۱۶۹) ”(سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری) یحنس کو اصحاب کہف کی بستی افسوس کی طرف بھیجا۔“ علامہ ابراہیم بن ابی بکر بقاعی رحمہ اللہ (م: 885ھ) کہتے ہیں: وهذا الکہف - قيل: هو فی جبال بمدينة طرسوس وهو المشهور (بقاعی، 2002ء، ج ۱۲، ص ۱۶) ”مشہور قول کے مطابق اصحاب کہف والوں کا غار طرسوس شہر کے پہاڑوں میں ہے۔“ علامہ مجبر الدین مقدسی حنبلی رحمہ اللہ (م: 927ھ) کا کہنا ہے: وهي المسماة فی الإسلام طرسوس، وكان اسمها فی الجاهلية أفسوس (مقدسی، 2009ء، ج ۴، ص ۱۶۲) ”اصحاب کہف کے شہر کا نام اسلامی تاریخ میں طرسوس ہے، زمانہ جاہلیت اس کا نام افسوس تھا۔“ تفسیر ابن کثیر میں اس شہر کا نام دقيوس ذکر کیا گیا ہے، بعض نسخوں میں دقوس ذکر ہے (ابن کثیر، 1999ء، ج ۵، ص ۱۴۶)

علامہ طنطاوی رحمہ اللہ (م: 1431ھ) نے ذکر کیا ہے: قيل: إنه كان بلدة تسمى «بتراء» بين خليج العقبة وفلسطين (طنطاوی، 2005ء، ج ۸، ص ۵۰۳) ”کہا گیا ہے کہ خلیج عقبہ و فلسطین کے درمیان واقع شہر بتراء میں ان کا غار ہے۔“ مزید انہوں نے کہا ہے: وقيل: إنه كان بلدة تدعى «أبسس» وهذه البلدة من ثغور «طرسوس» بين مدينة حلب بسوريا، وبلاد أرمينية وأنطاكية (طنطاوی، 2005ء، ج ۸، ص ۵۰۳) ”کہا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کا شہر ابسس طرسوس شہر کے اطراف میں ہے، جو کہ حلب سوریا اور ارمینہ و انطاکیہ کے شہروں کے درمیان واقع ہے۔“ نیز انہوں نے کہا ہے: أما مكان الکہف فللعلماء فیہ أقوال: من أشهرها أنه كان بالقرب من مدينة تسمى «أفسوس» وهي من مدن تركيا الآن (طنطاوی،

۳۔ خلیج عقبہ و فلسطین کے درمیان واقع شہر بتراء میں ان کا غار ہے۔

۴۔ بیت المقدس کے اطراف میں ایلیا بستی کے قریب وہ رہتے تھے۔

۵۔ وہ ملک روم کے باشندے تھے۔

۶۔ بلاد موصل (عراق) میں نینوی بستی ان کی رہائش گاہ تھی۔

مذکورہ سارے نظریات کا جائزہ لیا جائے تو دو ہی مختلف نکتہ نظر سامنے آتے ہیں۔ پہلے پانچ ظاہری مختلف نظر آنے والے نظریات حقیقت میں ایک ہی ہیں، سب میں باہمی موافقت پائی جاتی ہے، جن مؤرخین نے ”لوشہ“ بستی کو اصحاب کہف کا مرکز بتایا ہے تو دوسرے مؤرخین نے بستی کا نام لینے کی بجائے قریب بڑے شہر کا نام لے دیا ہے جو کہ ”دقیوس“ تھا۔ طویل زمانے کے اتار چڑھاؤ میں یہ لفظ مختلف شکلیں اختیار کر گیا ہے۔ ایسا بعض اوقات ایک ہی کتاب کے مختلف نسخوں میں بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں اس شہر کا نام ”دقیوس“ اور کچھ میں ”دقوس“ ہے۔ نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہی کی دوسری کتاب البدایہ والنہایہ میں اس شہر کا ”دفسوس“ لکھا گیا ہے۔ رہی بات ”طرطوس“ کی تو یہ نام اس شہر کا اسلامی تاریخ میں رکھا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں دقوس یا دقوس وغیرہ اسی شہر کا نام تھا جیسا کہ علامہ ماجر الدین حنبلی رحمہ اللہ کی بات پہلے گزری ہے۔ ”بتراء“ شہر کا نام تو اس بارے میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی بات سے کچھ کڑیاں ملتی ہیں، مولانا فرماتے ہیں: ”رومیوں نے رقیم پر قبضہ کرنے کے بعد جب اس کو اپنی تمدنی، سیاسی اور معاشرتی ترقیوں کا مرکز بنایا تو اس کا پرانا نام بدل کر ”پٹیرا“ رکھ دیا“ (سیوہاروی، ج ۲، ص ۱۵۵)۔

اب حقیقت بالکل واضح ہے کہ ”پٹیرا“ لفظ کو جب عرب مؤرخین نے اپنے تلفظ میں بدلا تو بعض نے اس کو ”بطراء“ اور کچھ نے ”بتراء“ پڑھ اور لکھ دیا۔ رہی بات خلیج عقبہ اور ایلیا یا ایلمہ بستی کی تو یہ بھی علاقہ کوئی مختلف نہیں ہے، جیسا کہ امام الہند ابو الکلام آزاد کہتے ہیں: ”جزیرہ نمائے سینا اور خلیج عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں تو دو پہاڑی سلسلے متوازی شروع ہو جاتے ہیں، اور سطح زمین بلندی کی طرف اٹھنے

لگتی ہے، یہ علاقہ نبطی قبائل کا علاقہ تھا اور اسی کی طرف ایک پہاڑی سطح پر ”راقیم“ نامی شہر آباد تھا“ (ابو الکلام آزاد، ۱۹۷۶ء، ج ۲، ص ۳۹۳)۔

یہی وہ رقیم بستی ہے جس کا نام تبدیل کر کے ”پٹیرا“ رکھا گیا تھا اور اسی کے پاس بڑا شہر مؤرخین کی جانب سے ”دقیوس“ بتایا گیا ہے۔ بعض مؤرخین نے ”ابسس“ نام بتایا ہے اور ساتھ کہا ہے کہ یہ طرطوس کے اطراف میں واقع ہے تو لا محالہ ”ابسس“ بھی وہی علاقہ ہے۔ اکثر مؤرخین نے انہیں رومی باشندے کہا ہے تو یہ بھی کوئی مختلف بات نہیں، کیونکہ یہ علاقہ کچھ وقت رومیوں کے قبضے میں رہا ہے اور اس طرح ملک روم کا اطلاق اس پر بالکل درست ہے، جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی رحمہ اللہ (م: ۱۴۳۶ھ) لکھتے ہیں: وقیل: فی جنوب ترکیا من بلاد الروم سابقا (زحیلی، ج ۱۵، ص ۲۲۱)۔ ”کچھ اسے ترکی کے جنوب میں بتاتے ہیں، جسے پہلے بلاد روم میں شمار کیا جاتا تھا۔“

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”رومیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے اس کو روم کے علاقہ میں شمار کرنا قطعاً درست ہے“ (سیوہاروی، ج ۲، ص ۱۵۵)۔

اب یہاں ایک سوال حاشیہ خیال پر نمودار ہوتا ہے کہ مؤرخین کے ہاں اس شہر کے حوالے سے اس قدر لفظی نزاع کیوں سامنے آیا ہے؟ تھوڑا سا اصحاب کہف کی تاریخ پر غور کرنے کے بعد اس سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ شہروں کے جو بھی نام تاریخ دانوں کی طرف سے بتائے گئے ہیں، وہ قدیم کسی دور میں استعمال ہوئے تھے۔ بعد میں ان علاقوں کا نام بدل گیا۔ پرانا نام لوگوں میں متداول نہیں رہا۔ اب اس پرانے نام کے حوالے سے لوگوں کی تخمین آرائیاں سامنے آئیں۔ مختلف لوگوں سے جس طرح سنابیان کر دیا گیا۔ لہذا اندازوں میں فرق کا آجانا یقینی امر ہے۔

امام السیر محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی کہ اصحاب کہف کا علاقہ عراق کی بستی نینوی ہے تو اسے پہلے نکتہ نظر کے موافق کرنا ممکن نہیں، کیوں ان دونوں علاقوں میں دوری پائی جاتی ہے اور اس نظریے پر بھی انہوں نے کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی جس کی بنیاد پر یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر

دیا جائے کہ نبیوں بستی ہی اصحاب کھف کا مرکز تھا اور اسی کے پاس ان کا غار تھا۔

تقیدی جائزہ

اصحاب کھف کے غار اور بستی کے حوالے سے جتنے بھی خیالات مفسرین و مؤرخین کے بیان کیے گئے ہیں۔ ناقدانہ نگاہ سے ان کی استنادی حیثیت دیکھی جائے تو ہمیں ان نظریات کے پیچھے کوئی مستند مصدر و مرجع نظر نہیں آتا۔ صرف لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر اعتماد کیا گیا ہے اور بعض اسرائیلی روایات کا سہارا حاصل ہے، لیکن جس طرح مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے کہا ہے: ”ان صاف اور بے لاگ اثری و تاریخی شہادتوں کے بعد یہ کہنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ قرآن عزیز میں جن اصحاب کھف کا واقعہ بیان کیا ہے، وہ اسی شہر رقیم سے تعلق رکھتا ہے“ (سیوہاروی، ج ۲، ص ۱۵۵)۔

اس پر سوال تو بنتا ہے کہ کونسی اثری و تاریخی شہادتیں ہیں کہ جن کے بعد آسانی سے اصحاب کھف کے غار اور بستی کی تعیین کر دی گئی ہے۔ وہ شہادتیں صرف یہی ہیں کہ خلیج عقبہ کی جانب کچھ قدیم آثار دریافت ہوئے ہیں۔ جہاں کچھ غار ملے ہیں جن پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی۔ وہاں کچھ لاشیں بھی پڑی ہیں۔ تحقیق کے کس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے ان لاشوں پر اصحاب کھف کا انطباق کر دیا گیا۔ صرف یہی کہ وہاں کے لوگوں کا ایسا خیال ہے۔ حالانکہ اس علاقے کے قریب رہنے والے عظیم مفسر اور ان غاروں کا مشاہدہ کرنے والے علامہ ابو حیان آندلسی کا کہنا ہے: وقد مضت القرون السالفة ولم نجد من علم شأنهم إشارة، ویزعم ناس أنهم أصحاب الكهف (ابن عطیہ، 1995ء، ج ۳، ص ۵۱۱) ”صدیوں کا زمانہ بیت چکا ہے، ہمارے پاس ان کے بارے میں کوئی یقینی علم نہیں، صرف لوگوں کا گمان ہے کہ وہ اصحاب کھف کی لاشیں ہیں۔“

اسی طرح جسٹس پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ (م: 1998) (61) ان اندازوں پر شک کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”کئی دیگر مقامات میں غاروں میں اس قسم کے ڈھانچے دکھائی دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اہل

حق پر جب بھی جبر و تشدد کا بازار گرم ہوا ہو تو ان میں سے چند لوگوں نے قریبی پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لی ہو اور ان کے ڈھانچے اسی طرح محفوظ ہوں اور سپین کے جس غار کا ذکر علامہ ابن حیان نے کیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ایک غار ہو“ (الازہری، 1399ھ، ج ۳، ص ۱۴۲۴)۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس ساری تحقیق کا دار و مدار رقیم شہر کے نام پر ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ وہی رقیم شہر ہے جس کا نام سورت کھف میں ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ رقیم کی تفسیر میں یہ کمزور ترین قول ہے۔ زیادہ تر مفسرین تو یہی کہتے ہیں کہ رقیم سے مراد وہ تختی ہے جس پر ان کے نام لکھے گئے تھے۔ یا اس سے مراد احکام پر مشتمل کتاب ہے جو ان کے پاس موجود تھی، یا اس سے مراد وہ تختی ہے جو لوگوں کی طرف ان کی وفات کے بعد غار کے منہ پر رکھ دی گئی تھی۔

اب یہ بنیاد ہے اس تفصیلی تحقیقی عمارت کی جس پر مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی ساری تحقیق کھڑی ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے بھی اس کی مخالفت کی ہے کہ ”رقیم“ سے مراد بستی نہیں ہے، مولانا فرماتے ہیں: ”ہمارے نزدیک صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ رقیم سے مراد کتبہ ہے“ (مودودی، ج ۳، ص ۱۱)۔

جسٹس پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ (م: 1998) کا کہنا ہے: ”لیکن عام علمائے تفسیر کا میلان اس طرف ہے کہ رقیم بمعنی مرقوم (لکھا ہوا) ہے یعنی تانبے کی وہ تختی جس پر اصحاب کھف کے نام اور ان کے احوال لکھ کر بطور یادگار ایک صندوق میں محفوظ کر دیے گئے تھے“ (الازہری، 1399ھ، ج ۳، ص ۱۴۲۴)۔

جب بنیادی نکتہ کی کمزوری واضح ہے تو اس کے گرد جو داستان ترتیب دی گئی ہے اس کا حال کیا ہو گا؟ لہذا کسی ایک بھی مستند تاریخ شہادت سے ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ اصحاب کھف کا غار اور بستی یقینی طور پر کہاں ہے؟

دوسری ایک بات بعض اہل علم کی طرف سے کی گئی ہے کہ روم کے لوگوں سے ایسا سنا گیا ہے کہ ان کے ہاں ایک غار ہے، جس کے بارے میں وہاں کے لوگ یہی بتاتے ہیں کہ یہ اصحاب کھف کا غار ہے۔

اب ایک محقق اور ناقد ایسی تاریخی کتابت پر اپنے تائیدی میلان کا بوجھ بھلا کیوں کر ڈال سکتا ہے، مزید اس بارے میں امام ابو بکر قتال شافعی رحمہ اللہ (م: 417ھ) بایں الفاظ اس پر تبصرہ کرتے ہیں: والذی عندنا أنَّ موضع أصحاب الكهف لا يعرف، ولا عبرة بقول أهل الروم (سراج الدین، 1985ء، ج ۱۲، ص ۴۶۶)۔ ”ہمارے مطابق تو اصحاب کھف کی جگہ کا کوئی اتہ پتہ نہیں اور رومیوں کی بات کا اس حوالے سے کوئی اعتبار نہیں ہے۔“

لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کسی ایک موقف پر بھی ہم یقین کی حد تک اعتماد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے پیچھے کوئی مضبوط دلیل نہیں، محض تاریخی کڑیوں کو جوڑ کر کچھ تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اس لیے

علامہ مراغی رحمہ اللہ ان اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ولم یقم إلى الآن الدليل على شيء من ذلك، ولو كان لنا في معرفة ذلك فائدة دينية لأرشدنا الله إليه (مراغی، ج ۱۵، ص ۱۲۷)۔ ”اس بارے میں کسی بھی قول پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور اگر اس کی معرفت میں ہمارا کوئی دینی فائدہ ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہماری اس طرف رہنمائی فرمادیتے۔“

ڈاکٹر وہبہ زبیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: وكلها أقوال يعوزها الدليل (زحیلی، ج ۱۵، ص ۲۲۲)۔ ”یہ سب اقوال دلیل کے محتاج ہیں۔“

مفسرین کے ایک گروہ نے اسی لیے غار اور بستی کی تلاش میں کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اس تحقیق کو محض تکلف قرار دیا ہے۔ مفسر قرآن

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: 774ھ) کہتے ہیں: ولم يخبرنا الله تعالى بمكان هذا الكهف، ولا في أي البلاد من الأرض، إذ لا فائدة لنا فيه، ولا قصد شرعي، وقد تكلف بعض المفسرين فذكروا فيه أقوالاً.. والله أعلم بأبي بلاد الله هو، ولو كان فيه مصلحة دينية لأرشدنا الله تعالى ورسوله

إليه.. فأعلمنا تعالى بصفته ولم يعلمنا بمكانه (ابن کثیر، ج ۵، ص ۱۴۳) اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی خبر نہیں دی کہ اصحاب کھف کا غار کس جگہ ہے اور نہ بتایا ہے کہ وہ کس سر زمین پر واقع ہے۔ جب اس میں ہمارے لیے کوئی فائدہ ہی نہیں، نہ ہی کوئی شرعی مقصد اس سے منسلک ہے، اگرچہ

بعض مفسرین اس بارے میں کچھ اقوال ذکر کرنے کا تکلف کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ ان کا شہر کون سا ہے؟ اگر اسے معلوم کرنے میں کوئی دینی مصلحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہماری اس طرف رہنمائی فرماتے۔“

علامہ محمد امین شنفی رحمہ اللہ (م: 1393ھ) (71) کہتے ہیں: واعلم أن قصة أصحاب الكهف وأسمائهم، وفي أي محل من الأرض كانوا، كل ذلك لم يثبت فيه عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شيء زائد على ما في القرآن، وللمفسرين في ذلك أخبار كثيرة إسرائيلية أعرضنا عن ذكرها لعدم الثقة بها (شفیعی، 1995ء، ج ۴، ص ۲۰)۔ ”جان لیجیے! اصحاب کھف کے قصہ، ان کے ناموں اور وہ کس سر زمین میں رہتے تھے؟، ان سب باتوں کے حوالے سے قرآن سے زائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے، مفسرین نے اس بارے میں بہت سی اسرائیلی روایات ذکر کی ہیں، ہم نے غیر موثوق راویوں سے منقول ہونے کی وجہ سے ان کے تذکرہ سے پہلو تہی کی ہے۔“

مشہور مصری مفسر استاذ قطب شہید رحمہ اللہ (م: 1385ھ) (73) کا

کہنا ہے: وفي القصة روايات شتى وأقوال كثيرة، فقد وردت في بعض الكتب القديمة وفي الأساطير بصور شتى. ونحن نقف فيها عند ما جاء في القرآن، فهو المصدر الوحيد المستيقن، ونطرح سائر الروايات والأساطير التي اندست في التفسير بلا سند صحيح، وبخاصة أن القرآن الكريم قد نهى عن استفتاء غير القرآن فيها، وعن المراء فيها والجدل رجماً بالغيب (سید

قطب، 2003ء، ج ۱۵، ص ۲۲۶)۔ ”اس قصے کے بارے میں مختلف

روایات اور اقوال ہیں، بعض قدیم کتابوں اور افسانوں میں یہ قصہ مختلف صورتوں میں بیان ہوا ہے، البتہ ہم اس سلسلے میں قرآن مجید کی بیان کردہ حد پر ہی اکتفا کریں گے۔ کیونکہ وہ ایک یقینی مصدر ہے۔ باقی ہم ان اساطیر و روایات کو پھینک دیتے ہیں جو کتب تفاسیر میں گھس آئی ہیں۔ حالانکہ ان کی کوئی صحیح سند نہیں ہے، خاص طور پر یہاں اس لیے بھی ہم تجاوز نہیں کرتے کہ قرآن نے اس قصے کے متعلق اپنے علاوہ کسی دوسرے سے فتویٰ طلب کرنے، اس میں جھگڑنے، تخمینہ اور بحث و جدل سے منع کیا ہے۔“

خلاصہ بحث و نتائج:

لفظ اصحاب صحب کی جمع ہے جس کا لغوی اعتبار سے معنی دوست و رفیق کے ہیں۔

اصطلاحی لحاظ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاٹا ہیں۔ کہف لفظ کا لغوی معنی وسیع غار کے ہیں۔ اصحاب کہف سے مراد خاص وہی نوجوان ہیں جن کا قصہ سورت کہف میں مذکور ہے۔

مفسرین کی اکثریت کا خیال کی حد تک کہنا ہے کہ خلیج عقبہ و فلسطین کے درمیان اور بیت المقدس کے اطراف ایلیانامی کوئی بستی ہے، جس کے قریب ایک پہاڑی سلسلہ ہے، اسی میں ایک غار اصحاب کہف کا ہے۔ جنہوں نے دقیوس، دقوس، ملک روم اور لوشہ بستی ان کا علاقہ بتایا ہے، ان سے ایک ہی جگہ مراد ہے۔

دوسرا ایک مؤقف امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا ہے کہ اصحاب کہف کی بستی سے مراد عراق کی وادی نینوی ہے اور اسی کے قریب ان کا غار ہے۔

اصحاب کہف کے غار اور بستی کی تعیین سے متعلق کسی یقینی مصدر سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اسرائیلی روایات، کچھ لوگوں کے خیالات اور مؤرخین کی بعض باتوں میں ربط قائم کر کے صرف خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ صرف مولانا حفص الرحمن سیوہاری نے یقین سے رقم بستی ہی کو اصحاب کہف کا علاقہ قرار دیا ہے۔

محققین کی ایک جماعت نے صراحت کی ہے کہ کسی واضح اور مستند دلیل سے ثابت نہیں کہ اصحاب کہف کا غار اور بستی کہاں ہے؟ محتاط بات یہی ہے کہ اس علم کو ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، اس بستی اور غار کی دریافت میں ایک محقق کی شان نہیں کہ وہ اندازے لگائے اور غیر مستند اقوال پر اعتماد کر بیٹھے۔

References

- ابن الاثیر، محمد بن محمد، عز الدین جزری، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العربی، بیروت، 1997ء
- ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، ابوالفرج جمال الدین، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء
- ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المصاویر بیروت

ابن عطیہ، عبد الحق بن غالب، ابو محمد اندلسی، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ

ابن عطیہ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار المصاویر بیروت، 1995ء

ابن فارس، احمد بن فارس، قزوینی، ابوالحسن، مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، 1979ء

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، دار طیبہ للنشر والتوزیع، 1999ء

ابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ

ابوالکلام آزاد، محی الدین احمد، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور، 1976ء

ابو حیان، محمد بن یوسف، اثیر الدین اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، تحقیق، دار الفکر، بیروت، 1420ھ

بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبد اللہ، صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، دار طوق النجاة، 1422ھ

بغوی، حسین بن مسعود، ابو محمد محی السنۃ، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، دار طیبہ للنشر والتوزیع، 1997ء

بقاعی، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2002ء

بیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1399ھ

زحلی، وہبہ بن مصطفیٰ، التفسیر المنیر فی العقیدۃ الشریعۃ المنج، دار الفکر المعاصر دمشق، 1418ھ

سراج الدین، عمر بن علی، ابو حفص دمشقی، اللباب فی علوم الکتاب، تحقیق عادل احمد عبد المعبود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ

سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق، 2003ء

شمسقطی، محمد امین بن محمد مختار، اضاء القرآن فی البیان القرآن، دار الفکر للطباعة والنشر بیروت لبنان، 1995ء

طبری، محمد بن جریر ابو جعفر، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث، بیروت، 1387ھ

طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان فی تأویل القرآن، 2000ء،

طنطاوی، محمد سید، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، دار نبضۃ مصر للطباعة والنشر، طبعہ اولی، 2005ء

عبد الرزاق، عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر، تفسیر عبد الرزاق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ

فراہیدی، خلیل بن احمد، ابو عبد الرحمن، کتاب العین، دار و مکتبۃ الہلال، 1990ء

مرآئی، احمد بن مصطفیٰ، تفسیر المرآئی، مکتبۃ مصطفیٰ البابی مصر، 1946ء

مقدسی، حمیر الدین بن محمد علی، فتح الرحمن فی تفسیر القرآن، تحقیق: نور الدین طالب، دار النوادر، 2009ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، مکتبۃ تعمیر انسانیت، 1983ء